دلچسپ افسانوں کا مجموعہ

کایات ٹیگور

مصنف

بندرناتھ ٹیگور

مترجم

شانتی نرائن شاد

پبلشرز

ی بک ڈپو چوک ستی اٹاری

امرتسر

راما آرٹ پریس امرتسر میں باہتمام رام ناتھ پرنٹر چھپا۔

فہرست

قرضہ

مندر کے مقابل روز کی طرح اندھی آکھڑی ہوئی، آنے جانے والوں کی خاص بھیڑ تھی، حسب معمول لوگ آتے تھے اور درشن کر کے چلے جاتے تھے۔ اندھی پاؤں کی چاپ سے بخوبی اندازہ لگا رہی تھی کہ یہ عورت ہے، یہ مرد ہے، یہ بچہ ہے، اُسے یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ مندر میں جانے والے تمام صداقت گو اور رحم دل ہوتے ہیں، وہ ہاتھ پھیلائے نہایت مسکین صورت بنائے روندے ہوئے گلے سے ہر آنے جانے والے پر سوال کر

رہی تھی،

"ماں کیا اندھی پر دیا کرو گی؟ بابو اندھی کو کچھ دیتے جاؤ"
نرم دل لوگ کچھ نہ کچھ اُس کے ہاتھ پر رکھ کر چلے جاتے،

اندھی اُن کو ہزار ہا دعائیں دیتی، وہ صبح سے بارہ بجے تک اور چار سے سات بجے تک وہیں کھڑی رہتی، اور شام کو لاٹھی کا سہارا لئے جھونپڑی کی طرف روانہ ہو جاتی، اس کی جھونپڑی شہر کے دوسرے سرے پر تھی، تمام راستہ وہ اپنی صدا بلند رکھتی، مگر بجائے کچھ اور ملنے کے اُلٹی سیدھی گالیاں ملتیں شاید تمام باتیں اس کے کان سننے کے عادی ہو چکے تھے، اسلئے وہ مایوس نہ ہوتی، سوال لب پر اور ہاتھ دراز ہی رہتا نتیجہ کے طور پر دو چار پیسے اور مل ہی جاتے،

مکان کے قریب سڑک پر ہی ایک دس سالہ لڑکا اُس کی ٹانگیں پکڑ لیتا، اندھی اُسے گود میں اُٹھا لیتی اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتی، بچہ کہاں سے آیا؟ کون ہے؟ کس کا ہے؟ کیا یہ کوئی نہیں جانتا؟ کسی کو بھی یہ راز معلوم نہیں، پانچ برس پیشتر یہ بالکل اکیلی تھی، پھر چند دن بعد ہی لوگوں نے دیکھا، کہ ایک شام کو وہ بچہ کو گود میں لیئے ہوئے ہے، بچہ رو رہا ہے، اور اندھی پیار دلا سا سے اُسے چپ کرا رہی ہے یہ عجیب واقعہ کوئی معمولی نہیں، باوجود اس بات کے کسی نے

بھی اس سے دریافت نہ کیا،

"بچہ کون ہے؟"

اُسی دن سے یہ لڑکا اُس کے پاس ہے، دونو خوش ہیں اندھی نے اُسے بچوں کی طرح پالا ہے، اپنی جھونپڑی میں اُس نے ایک مٹی کا برتن زمین دوز کر رکھا تھا، جو مانگ کر لاتی ہے اسمیں ڈال دیتی ہے، کھانے کے لئے اناج، روٹی اور پہننے کے لئے کپڑا بافراط اُسے مل جاتا ہے،

بنارس ہندوؤں کا بہت بڑا تیرتھ ہے، دور دور سے یاتری اشنان کیلئے وہاں آئے دن جمع رہتے ہیں، چوک بازار میں سیٹھ کندن لعل کی دوکان خاص اہمیت رکھتی ہے اُن کی شہرت دور و نزدیک تک پھیلی ہوئی ہے، لاکھوں کا کاروبار ہے، سینکڑوں مقروض ہر وقت در دولت پر حاضر رہتے ہیں، کئی اشخاص جن کے پاس تھوڑا بہت اثاثہ ہوتا وہاں جمع کرا جاتے، تا کہ محفوظ رہ سکے، اندھی بھکارن اس کیفیت سے اچھی طرح واقف تھی اور موقعہ کی تلاش میں تھی کہ کب اپنی جائداد کندن لعل کے پاس جمع کرا دے، اسی کشمکش میں کئی سال گزر گئے، آخر وہ مٹی کا برتن لبالب بھر گیا اُسے خیال ہوا کہ مبادا کسی کو یہ راز معلوم ہو جائے، تو میں لٹ جاؤں

گی، اُسی شام کو اُس نے برتن خالی کر دیا، اور ایک پھٹی ہوئی قمیض میں سب کچھ باندھ کر سیٹھ صاحب کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی،

کندن لعل نے ایک یتیم کو اشارہ کیا اُس نے پوچھا

"کیوں مائی کیا چاہتی ہو؟"

"مہاراج! یہ تھوڑا بہت جو کچھ ہے جمع کر لیں مجھے دکھائی تو دیتا نہیں، کہاں سنبھالوں؟"

یہ کہہ کر اندھی نے وہ گٹھڑی زمین پر رکھ دی،

"یہ کیا ہے؟"

"آپ جیسے مہربانوں سے مانگ کر چند پیسے جمع کئے ہیں شاید بچے کے کام آئیں، اپنے پاس رکھتے ڈرتی ہوں، تاکہ کوئی چرا نہ لے!"

سیٹھ کے اشارہ سے منیم نے تمام رقم ایک کھاتہ میں جمع کر لی، پھر دریافت کیا،

"تمہارا نام؟"

"نینو"

چند منٹ بعد اندھی اپنی جھونپڑی کے دروازے پر بیٹھی ہوئی بچے سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی،

تین سال کا لمبا عرصہ نہایت اطمینان سے بسر ہوا ایکا یک

ایک دن بد پرہیزی کی وجہ سے لڑکے کو بخار ہو گیا، اندھی

مانگنے نہیں گئی، دوا کی اور دُعا بھی، ٹوٹے بھی کئے اور جادو

بھی آزمایا، اس نے اپنی کوشش میں دن رات ایک کر دیا مگر

سب بے فائدہ، بیماری میں افاقہ نہ ہونا تھا نہ ہوا، حالت ہر

لمحہ بد سے بدتر ہو گئی،

اندھی کی کمر ہمت ٹوٹ گئی، حوصلہ پست ہو گیا، آخر سر تھامے

دروازے پر بیٹھی تھی، کہ ایک پڑوسن نے آکر دریافت کیا

"کیا حال ہے لڑکے کا؟"

"وہی! کچھ فائدہ نہیں ہوا"

"ڈاکٹر نروتم کا علاج کیوں نہیں کرتی؟"

اندھی کے تاریک دل میں روشنی کی ایک شعاع نمودار

ہوئی، چہرہ سرخ ہو گیا، اس نے کہا،

"میں بھول گئی بہن! ابھی جاتی ہوں"!

فیس کی ضرورت ہو گی، اس خیال سے وہ سیٹھ کندن لعل

کی دکان پہ پہنچی اور عرض کی،

"بابو جی! دس روپے درکار ہیں، میرا بچہ بیمار ہے، ڈاکٹر

کو دکھلاؤں گی"!

"کیسے روپے؟ ہمارے پاس کوئی روپے نہیں؟"

جس تیزی سے کچھ حوصلہ ہوا، اُس تیزی سے جاتا رہا
اندھی لاٹھی رکھ کر وہیں بیٹھ گئی، اور پھر عرض کی،
"تین برس ہوئے آپ کے پاس میں جمع کروا گئی تھی اُن
میں سے مانگ رہی ہوں"!
سیٹھ صاحب نے انداز خاص سے منیم کی طرف دیکھا اور
کہا!
"دیکھئے! اس کی کوئی رقم جمع ہے؟"
"تمہارا کیا نام ہے؟"
"بینو"
اب اندھی کی جان میں جان آئی، پیشتر اُسے خیال گزرا تھا
کہ سیٹھ بے ایمان ہے، مگر نہیں ایسے دھرماتما شخص سے یہ توقع
نہیں، صبح اشنان وغیرہ کر کے چار گھنٹے پوجا پاٹھ کرتے ہیں،
یہ کسی کی رقم کیوں ہضم کرنے لگے، ایسے ہی بھول گئے ہونگے
شاید ملازم مالک کا کوئی خاص اشارہ سمجھ چکا تھا، کھاتے کے
ورق اُلٹ پلٹ کر کہنے لگا،
"نہیں! یہ نام تو درج نہیں"
مگر اندھی وہیں بیٹھی رہی، رو کر، ہاتھ جوڑ کر، منت
کر کے بولی،
"مجھے کچھ دے دیجئے، بھگوان کے لئے دے دیجئے، میرا

لڑکا جی اُٹھے گا۔ تمام عمر آپ کے احسان کو یاد رکھونگی"،
لوگ کہتے ہیں پتھر پگل جاتے ہیں، مگر پتھر دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا، بہ جنس یہی حالت ہوئی، منیم نے بارُعب کڑکتی ہوئی آواز میں کہا،

"جاؤ چلی جاؤ یہاں سے"!

اندھی نے لاٹھی پکڑی اور اُٹھ کھڑی ہوئی، پھر دوکان کی طرف منہ کرکے بولی۔

"اچھا! بھگوان تمہارا بھلا کریں"

یہ دُعا نہیں، بلکہ ایک جلے ہوئے سینہ سے نکلی ہوئی بد دعا تھی، لڑکے کی حالت اور خراب ہو گئی، دوا کے لئے پیسے نہیں تھے کیا کیا جائے، اندھی ہر وقت کندن لعل کو بد دُعا دیتی، گالیاں نکالتی، سینہ ان باتوں سے ٹھنڈا نہیں ہو سکتا تھا، بخار بہت تیز تھا، لڑکے کو بالکل ہوش نہ تھی، اندھی نے اُسے گود میں اُٹھایا، اور کسی طرح گرتی پڑتی کندن لعل کے مکان کے دروازے پر جا بیٹھی، کسی نہ کسی طرح یہ خبر سیٹھ صاحب کو بھی ہو گئی، اُنہوں نے حکم دیا کہ اسے فوراً کوچہ سے باہر نکال دیا جائے،

ملازموں نے باہر آکر اندھی کو بہت کہا، مار نے تک کی دھمکی دی، مگر وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلی، آخر مجبوراً سیٹھ

صاحب کو خود باہر آنا پڑا،

"ہیں! یہ کیا؟"

لڑکے کی شکل بہ جنس شام جیسی تھی، جو آٹھ سال ہوئے گم ہو گیا، اور کافی تلاش کے باوجود بھی اُس کا کچھ سراغ نہ لگ سکا، خیال پیدا ہوا کہ شام کی پیٹھ پر ایک سیاہ دھبہ تھا، دیکھنے پر دھبہ بھی موجود پایا، اب کندن سے نہ رہا گیا، اُسی وقت اندھی کی گود سے لڑکا اُٹھا لیا، اور اندر چلے گئے، اندھی نے چلا کر کہا۔

"کیا اب بچے کو بھی لے جاؤ گے؟ روپلے تو لے ہی چکے ہو"

"لڑکا تمہارا نہیں میرا ہے، اسے ہر جائز نا جائز کوشش کر کے بچاؤں گا"

"تمہارا لڑکا ہے، اس لئے کوشش کر کے بچاؤ گے؟ بے شرم اگر میرا ہوتا تو مر جانے دیتے، پرواہ نہ تھی، یہ ہے تمہارا سرمایہ داروں کا انصاف؟ آٹھ سال تک اسے اپنا خون پلا کر پالا ہے اب میں اُسے ہر گز نہیں دے سکتی"

چند منٹ سیٹھ صاحب دروازہ میں کھڑے رہے، آخر دل میں فوراً فیصلہ کر کے اندر چلے گئے، اندھی روتی ہوئی جھونپڑی میں لوٹ آئی،

اس کے پانچ منٹ کے بعد شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹر مریض کے گرد جمع تھے، اور دوا تجویز ہو رہی تھی، دوسرے ہی دن لڑکے کو کچھ افاقہ ہوا اور اس نے آنکھ کھولی، اپنے گرد اجنبی صورتیں دیکھ کر وہ گھبرا گیا، بے ساختہ اُس کے منہ سے نکلا،

"ماں"

اور اس کے بعد پھر غشی طاری ہو گئی، اور لاکھ کوشش کرنے پر بھی بچے نے دوبارہ آنکھیں نہ کھولیں، آخر اس اندھی کی تلاش شروع ہوئی، کافی تلاش کے بعد اس کا مکان ملا، دروازہ کھلا ہوا تھا، اور وہ ایک شکستہ چٹائی پر پڑی ہوئی تھی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، بخار سے چہرہ سرخ ہو گیا، پاس کھڑے ہونے سے گرمی معلوم ہوتی تھی، آخر منیم نے اُسے جھنجوڑ کر ہوشیار کیا، بیدار ہونے پر کہا۔

"تمہارا بچہ جان بلب ہے، اور تمہیں یاد کر رہا ہے ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے، شائد تمہیں دیکھ کر بچ جائے"

"میں نہ جاؤں گی، اب ہم دونوں کا ملاپ دوسری دنیا میں ہی ہو سکتا ہے، اس میں نہیں"

لاکھ کوشش کے باوجود بھی اندھی نہ گئی، ملازموں نے تمام ماجرا سیٹھ صاحب کے گوش گزار کر دیا، وہ خود موٹر میں

بیٹھ کر آئے، اور آتے ہی سر اندھی کے قدموں پر رکھ دیا،
اور کہا۔

"تم بھی اس کی ماں ہو، ماممتا کی لاج تمہارے ہاتھ
ہے چلو!"

"سیٹھ صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ مجھ ابھاگنی کو اور بھی
پاپوں کا بھاگی بنا رہے ہیں، میں چلتی ہوں"

وہ لاٹھی کے سہارے آکر موٹر میں بیٹھ گئی، گاڑی ہوا
سے باتیں کر رہی تھی، موٹر میں دو دل ایک ہی کیفیت میں
زور زور سے دھڑک رہے تھے، موٹر چشم زدن میں مکان کے
سامنے جا کر رُکی، اندھی نے لڑکے کی پیشانی پہ ہاتھ رکھا،
اور کہا۔

"بچے"

شام نے اُسی وقت آنکھیں کھولیں، ماں کی آواز کو
پہچان کر اُس نے کہا۔

"ماں آگئی ہو؟"

"میں گئی کہاں تھی بیٹا! یہیں تو تھی"

یہ کہکر وہ چارپائی پر بیٹھ گئی، اور اُسے گود میں لے لیا
دوسرے ہی دن مرض میں افاقہ ہونے لگا، ایک ماہ کے قلیل عرصہ
میں شام بالکل تندرست تھا، جو کام حکیم، وید اور ڈاکٹر سے نہ

ہو سکا، وہ اندھی کی محبت آمیز خدمت نے کر دیا،

اب اندھی نے اجازت طلب کی، سیٹھ صاحب نے لاکھ کہا کہ اب یہیں رہو، مگر وہ ایک نہ مانی، مجبوراً اُسے رخصت کرنا ہی پڑا،

بوقت روانگی اُسے ایک تھیلی پیش کی گئی، اندھی نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"میرا گناہ ـــــــ تمہارے روپے!"

یہ روپے میں نے شام کے لئے جمع کئے تھے، اُسے ہی دے دیجئے!"

دوسرے دن اُسے شہر میں کسی نے نہیں دیکھا،

دولت کا پجاری

ہری رام نے بڑے ہی غصے میں اپنے باپ پرتاپ سے کہا۔

"پتا جی! اب میں جا رہا ہوں۔"

پرتاپ حیران ہو کر ہری رام کے منہ کی طرف دیکھنے لگا اور پوچھا۔

"کیوں جا رہے ہو؟"

ہری رام نے اسی لہجہ میں کہا۔

"ایک دفعہ تو کہہ دیا ہے کہ میرا اس گھر میں گزارہ نہیں ہے اس لئے میں اس گھر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہا ہوں"

"تو بے وفا نکلا ہے، احسان فراموش کہیں کا، ہماری محنتوں کا یہی پھل ہے کہ آج تو بڑا ہونے پر ہم کو آنکھیں دکھلا رہا ہے، ہم نے تم کو اسواسطے پالا ہے، پڑھایا اور بڑا کیا کہ تم ہم کو اسطرح جواب دو، ان مہربانیوں کا عوض ہمارے لئے کیا تمہارا غصہ ہی رہ گیا ہے؟"

پرتاپ دولت مند تھا، مگر وہ زیادہ خرچ نہ کرتا تھا بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتا تھا، لوگوں میں وہ بہت ہی غریب مانا جاتا تھا،

جب تک ہری رام کا بیاہ نہیں ہؤا تھا تب تک تو لڑکے کی ہر بات مانی جاتی تھی، مگر جب ہری رام کا بیاہ ہو گیا، تو پھر پرتاپ کو اس کے طریقے پسند نہ آئے، کیونکہ اب بھی وہ اچھے بوٹ، ریشمی کوٹ، سنہری فریم کی عینک، گھڑی وغیرہ وغیرہ خریدنے سے باز نہ آیا،

ان باتوں کیلئے باپ بیٹے میں جھڑپ ہو جاتی تھی،

گرمی کے دن تھے، گرم لو زور سے چل رہی تھی، تمام مخلوقات گرمی سے تڑپ رہی تھی، ہری رام بہت ہی گھبرایا ہؤا معلوم دے رہا تھا، اس کی بیوی کو بہت دنوں سے بخار چڑھ گیا تھا، آج

وہ چلا رہی تھی، علاج بہت کیا مگر افاقہ نہ ہوا، آخر شہر کے بڑے حکیم کو بلایا گیا، حکیم نے مریض کو بڑے غور سے دیکھا جاتی دفعہ ۳۰ روپے کا نسخہ لکھ کر دے گیا،

پرتاپ بہت حیران ہوا، حکیم پر غصہ آیا، مگر دوائی کے واسطے ایک پیسہ تک نہ دیا، دوائی نہ ملنے کی وجہ سے عورت نہ بچ سکی اور بیچاری چل بسی، ہری رام کو بہت دکھ ہوا اور بیوی کی موت کا ذمہ دار اپنے باپ کو ہی ٹھہرایا،

باپ بولا ــــ "کیا دوائی کھانے پر بھی آدمی نہیں مر سکتا؟ کیا تم بتا سکتے ہو کہ فلاں شخص کو دوائی نے موت کے منہ سے نجات دیدی ہو، تمہاری ماں بھی ایسے ہی مری، تمہاری بہن اسی طرح مر گئی، اگر تمہاری عورت مر گئی تو کیا ہوا؟"

ہری رام نے باپ کی بات پر غور نہ کیا اور بگڑ کر بولا۔

"میں جاتا ہوں"

باپ نے اجازت دے دی اور کہا۔

"تم کو میری جائداد سے کوئی تعلق نہ ہوگا"

ہری رام نے کہا۔

مجھے بھی قسم ہے، کہ آپ کے پیسے کو بھی ہاتھ لگاؤں"

پرتاپ اکیلا رہ گیا، اس کا دل اداس رہنے لگا، گاؤں کے لوگ اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر بے سود

دن گزرتے دیر نہیں لگتی، ہری رام کی یاد بھی دل سے جاتی رہی، اور اب پرتاپ کو سکھ اور تسلی تھی، کیونکہ ہری رام کے جانے کے بعد گھر کا خرچ بھی کم ہو گیا تھا اور ڈر بھی جاتا رہا، کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ کہیں بیٹا مجھے زہر دے کر نہ مار دے، جب تک ہری رام کی بیوی زندہ تھی یہی ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں کھانے میں زہر نہ ملا دی ہو، بیوی مر گئی تو دل کو تسلی ہوئی، اب بیٹا چلا گیا تو چاروں طرف سے آزاد ہو گیا کسی قسم کا فکر نہ رہا،

ہری رام کی بیوی ایک چار سالہ لڑکا چھوڑ گئی تھی ہری رام اس کو بھی اپنے ساتھ لے گیا، اس کا نام تھا للّو،

بڈھے باپ کو اگر کوئی خیال تھا تو صرف للّو کا تھا، کیونکہ اس کا خرچ بہت کم تھا، اور اس کو وہ بچے دل سے پیار کرتا تھا، اور جب للّو کا خیال آتا تو دل کو دکھ ہوتا، رہ رہ کر بچے کی باتیں یاد آنے لگیں، رو رو کر نہانا، دوات قلم وغیرہ چوری کرنا، سارے مکان کو سر پہ اٹھانا، کھانے کے وقت ضد کرنا وغیرہ وغیرہ، جب بھی وہ پھٹی ہوئی دری اور پھٹے ہوئے رامائن کے ورق دیکھ پاتا تو رو بھی پڑتا تھا، اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر للّو آ جائے تو کیا ہی اچھا ہو،

مگر للو نہ لوٹا، سارا گھر سنسان نظر آنے لگا، اور چہرہ زرد ہو گیا، گھر اُسکو بُرا لگنے لگا، اس کو اپنے آپ سے بھی نفرت ہونے لگی، گھر میں دل نہ لگتا تھا، دوپہر کے وقت جب لوگ آرام کرتے تھے تو بلوڑھا پرتاپ گلیوں میں گھوما کرتا تھا گاؤں کے لوگ اس کو چھیڑتے تھے اور اس کو منحوس کہہ کر پکارتے تھے، جب کبھی کوئی لڑکا اس کو دیکھ لیتا تھا، تو اس کو گالیاں دیتا تھا، وہ چمگادڑ کے نام سے مشہور ہو گیا،

جنوری کا مہینہ تھا بوڑھا پرتاپ روز کی طرح سیر کو نکلا اس نے دیکھا کہ گاؤں کے کچھ لڑکے اکٹھے ہو کر کھیل رہے ہیں، اور ایک بڑا ہی چالاک لڑکا اُن کا سردار بنا ہوا ہے اور ان لڑکوں کو ایک نئی طرح کی شرارت کرنے کے واسطے سبق دے رہا تھا، اور سب لڑکے اپنے سردار کا کہنا ماننے کو تیار تھے، جب ان لڑکوں نے بڈھے پرتاپ کو دیکھا تو وہ سب ڈر کر بھاگ گئے، مگر وہ سردار لڑکا نہ بھاگا، وہیں کھڑا رہا جب بڈھا نزدیک آیا تو سردار لڑکے نے ایک گرگٹ چھوڑ دیا جو کہ بڈھے کے کندھے پر سے ہو کر غائب ہو گیا اتنے میں دوسرے لڑکے بھی آ گئے، اور بڈھے کا انگوچھا غائب ہو گیا، سردار لڑکے کی پھرتی دیکھ کر بڈھا بہت

خوش ہوا کیونکہ کسی لڑکے نے بھی اس طرح کھلے طور سے ٹھٹھا کبھی نہ کیا تھا، آخر لڑکا سرارت کو بند کر کے بڈھے کے پاس آگیا، اور اس کی طرف بڑے غور سے دیکھنے لگا،

بڈھے نے پوچھا۔"تمہارا نام؟"

لڑکا:۔"رامو"

بڈھا:۔"گھر کہاں ہیں؟"

لڑکا:۔"یہ نہ بتاؤں گا"

بڈھا:۔"باپ کا نام؟"

لڑکا:۔"یہ بھی نہ بتاؤں گا"

بڈھا:۔"کیوں؟"

لڑکا:۔"کیونکہ میں گھر والوں سے لڑ کر آیا ہوں"

بڈھا:۔"کیوں؟"

لڑکا:۔"کیونکہ میرا باپ مجھے سکول بھیجنا چاہتا تھا"

بڈھا:۔"کیا میرے گھر میں رہ سکو گے؟"

لڑکا:۔"ہاں، ضرور"

لڑکا بغیر کسی وجہ کے بڈھے پرتاپ کے گھر میں رہنے کے لئے گیا، جیسے کہ وہ اس کے باپ کا گھر ہے،

لڑکا کیونکہ شرارتی اور بے تکلف تھا، اس واسطے وہ ہر چیز

پر حکم چلاتا تھا، اور کبھی کبھی بڈھے سے تکرار بھی ہو جایا کرتی تھی، آخر بڈھا پرتاپ ہار کر رہ جاتا،

راموں کی اس طرح کی سیوا ہوتی دیکھ کر لڑکے بہت ہی حیران ہوئے، سب کو یقین ہو گیا کہ اب بڈھا زیادہ دن نہ رہ سکے گا، اور سب دولت اس لڑکے کے ہاتھ لگے گی،

لڑکے اس سے جلنے لگے، اس کی بُرائی کرنی شروع کر دی مگر بڈھے نے ان کی ایک نہ مانی اور ہمیشہ اس لڑکے کو اپنے کلیجے کے ساتھ لگائے رکھتا تھا، کبھی کبھی جب جھگڑا ہوتا تو لڑکا اپنے گھر جانے کی دھمکی بھی دے دیا کرتا تھا مگر بڈھا اس کو یہ بھی کہہ دیا کرتا تھا، کہ اگر تم یہاں رہو گے تو میں تم کو اپنی تمام دولت دے دوں گا، اور تم مالدار ہو جاؤ گے "

ایک دن پرتاپ نے سنا کہ آدمی جس کا نام کشن تھا ادھر آس پاس کے گاؤں میں اپنے کھوئے ہوئے لڑکے کا پتہ لگا رہا ہے، شاید آج اس گاؤں میں بھی آئے گا،

یہ خبر سُنتے ہی رامو گھبرا گیا، اور ساری جائداد کا خیال چھوڑ کر بھاگنے کو تیار ہو گیا،

بڈھے نے رامو کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تجھے میں ایسی جگہ چھپا دوں گا، جہاں کوئی بھی تمہارا پتہ نہ لگا سکے"

لڑکے کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی اور کہا۔

"چلو دکھاؤ وہ جگہ"

بڈھا بولا ـــ "اس وقت نہیں شام کو چلیں گے، ورنہ لوگ دیکھ لینگے"

لڑکا بے صبری سے شام کی انتظار کرنے لگا، رات زیادہ گزر گئی مگر للو برابر جاگ رہا تھا، آخر کار بڈھا پرتاپ آیا اور رامو کا بازو پکڑ کر ایک طرف کو روانہ ہو گیا، چاروں طرف خاموشی ہی خاموشی دکھائی دے رہی تھی، دور ہر طرف کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی یا کبھی کبھی درختوں پر سوئے ہوئے پرندے اُن کی آواز سے ڈر کر اُڑ جاتے تھے، وقت بہت ہی ڈراؤنا تھا، لڑکے نے مضبوطی سے بڈھے کا ہاتھ تھام لیا،

آخر بڈھا کھیتوں میں سے گزر کر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں بہت سی جھاڑیوں کا جھنڈ تھا، نزدیک ہی ایک ٹوٹا ہوا مندر تھا، اس میں بڈھا رامو کو لے کر داخل ہو گیا مندر میں مورتی وغیرہ نہ تھی،

رامو نے ڈر کر کہا ـــ "کیا یہاں ؟"

بڈھے نے سر ہلایا،

لڑکے کو یقین نہ آیا کہ میں ایسی خطرناک جگہ پر چھپانے کے واسطے لایا گیا ہے، اور وہ گہرے خیالات میں غرق ہو گیا،

بڈھے نے اندر جا کر ایک پتھر کا ٹکڑا ہلایا، لڑکے نے دیکھا ایک تہ خانہ ہے، اور اس میں ایک چھوٹا سا دیا ٹمٹما رہا ہے، دل میں ڈر محسوس ہوا، بڈھا سیڑھی کے ذریعے نیچے اتر گیا، لڑکے نے بھی ڈرتے ہوئے اس کا پیچھا کیا،

نیچے جا کر دیکھا کہ چاروں طرف پیتل کے برتن ہی برتن نظر آ رہے ہیں، جن کے درمیان ایک آسن اور کچھ پھول رکھے ہوئے ہیں، اور کچھ پوجا وغیرہ کا سامان بھی دھرا ہوا ہے،

لڑکے نے دیکھا کہ تمام برتن اشرفیوں سے بھرے ہوئے ہیں،

خاموشی توڑتے ہوئے بڈھے نے کہا۔

"میں نے تم کو کہا تھا کہ میں تم کو تمام دولت دے دونگا اس واسطے یہ سب کچھ دینے کے واسطے تم کو یہاں لایا ہوں"

لڑکا خوشی سے اچھل پڑا اور بولا ـــــ "تم کو میں ایک

پانی بھی نہ دونگا"

بُڈھا۔ــ "ایک بات اور ہے، وہ یہ کہ اگر تم کو میرا گم شدہ پوتا للّو، یا اس کا لڑکا، پوتا، پڑپوتا یا کوئی اس کے خاندان کا آوے تو تم کو وہ تمام دولت اس کو دے دینی ہوگی"

لڑکا سمجھا کہ شائد بوڑھا پاگل ہوگیا ہے، اُس نے منظور کرلیا اور کہا۔

"اچھا"

بڈھا:ــ "تو اس آسن پر بیٹھ جاؤ"

لڑکا:ــ "کیوں؟"

"تمہاری پوجا ہوگی"

"کیوں؟"

"ایسا دستور ہے"

لڑکا آسن پر بیٹھ گیا، بڈھے نے اس کو چندن کا تلک لگایا، گلے میں مالا پہنائی، اور اس کے بعد کچھ منہ میں "بڑ بڑانے" لگا،

یہ دیکھ کر بڈھا گھبرا گیا اور بولا۔

"دادا!"

مگر بڈھا برابر گنگنا رہا تھا،

آخر ایک ایک اشرفیوں کا برتن گھسیٹ کر بڈھا رامو کے نزدیک لاکر کہنے لگا،

ہر ایک برتن رکھتے وقت وہ لڑکے سے کہلا لیتا تھا، رگھوناتھ چوبے کے لڑکے، چندن کے لڑکے، لکشمی نارائن کے لڑکے، گنپت رائے چوبے کے لڑکے، پرتاپ چوبے کے لڑکے، ہری رام کے لڑکے للّو چوبے، ان کے لڑکے، پوتے پڑپوتے یا ان کے کسی خاندانی کو میں یہ دولت دے دوں گا،

اس طرح کہتے کہتے لڑکا گھبرا گیا، اس کی زبان اکھڑنے لگی، ادھر وہ تہ خانہ لیمپ کے دھوئیں سے بھر گیا تھا، اور بدبو پھیل رہی تھی، لڑکے کا سو کھنے لگا، سانس رُکنے لگا، ہاتھ پاؤں بھولنے لگے،

لیمپ بجھ گیا اور لڑکے کو ایسا معلوم ہوا جیسا کہ بڈھا اوپر چڑھ رہا ہے، وہ پکار اٹھا،

"دادا! تم کہاں جا رہے ہو؟"

بڈھا بولا:— "میں جا رہا ہوں، تم کو یہاں کوئی بھی نہ دیکھ سکے گا، ہاں! اگر تم میرے پوتے ہو تو یاد رکھنا،"

اتنا کہہ کر بوڑھے نے سیڑھی کو اوپر اٹھا لیا، لڑکے

کی سانس بند ہو رہی تھی، اُس نے بڑے زور سے چلّا کر کہا۔
"دادا! میں اپنے باپ کے گھر جاؤں گا، مجھے روپے نہیں چاہیئے"
بڑھے نے چلّانے پہ کچھ دھیان نہ دیا، اور اس تہ خانے کے سوراخ کو اُسی پتھر سے بند کر دیا، اور کان لگا کر سنا کہ رامو کہہ رہا ہے،
"دادا! میں مر گیا، مجھے نکال لو"
اس کے بعد دھم سے گرنے کی آواز سنائی دی، پھر خاموشی چھا گئی،
اس طرح رامو کے ہاتھ اپنی ساری دولت دے کر وہ بڑھا پتھر پہ مٹی گرانے لگا، اور مٹی کے اُوپر اینٹوں کا ڈھیر لگا دیا، اور پھر گھاس وغیرہ ڈال دی،
رات بہت گزر چکی تھی، مگر بڈھا وہاں ہی رہا، اور رہ رہ کر کان لگا کر سنتا رہا کہ لڑکا چلا تو نہیں رہا، اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے زمین کی تہ سے رونے کی آواز آ رہی ہے، اور تمام دنیا بھی اپنے بستروں پر جاگی ہوئی اس کی آواز کو سن رہی ہے،
بڈھا برابر مٹی ڈال رہا تھا، گویا کہ وہ اس آواز کو بلند

کرنا چاہتا ہے، لیکن پھر بھی اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا
کہ کوئی دادا کہہ کر پکار رہا ہے،

بڈھے نے غصہ سے زمین پر ہاتھ مار کر کہا۔
"پاگل چپ رہو، دنیا تمہاری آواز سن لے گی"
لیکن پھر سنائی دیا کہ کوئی پکار رہا ہے۔

"دادا"

بڈھے نے دیکھا کہ دھوپ نکل آئی ہے، ڈر کے مارے
وہ وہاں سے چلا آیا،

واں بھی کسی نے پکارا۔

"دادا"

بڈھا چونک گیا، اور دیکھا کہ اس کا لڑکا ہری رام
اس کو بلا رہا ہے،

ہری رام بولا۔
"دادا! لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ میرا لڑکا تمہارے
پاس چھپا ہوا ہے"

بڈھا چونک کر بولا۔
"کیا کہا، تمہارا لڑکا؟"

ہری رام بولا۔ "ہاں دادا! میرا للّو اس وقت وہ
رامو کے نام سے مشہور ہے، اور میں نے اپنا نام کشن

رکھ لیا تھا"

چونکہ سب لوگ آپ کو جانتے تھے، اس واسطے ہم لوگوں نے اپنا نام تبدیل کر لیا تھا۔

بڈھا دونوں ہاتھ پھیلا کر گویا وہ آسمان کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے، زمین پر گر گیا،

ہوش میں آنے کے بعد بڈھا لڑکے کو اس گڑھے کے پاس گھسیٹ کر لے گیا، اور بولا ـــ

"کیا تم رونے کی آواز سن رہے ہو؟"

ہری بولا ـــ

"نہیں دادا"

بڈھا بولا ـــ "ذرا غور سے سنو کوئی دادا کہہ کر پکار رہا ہے!"

ہری رام بولا ـــ

"نہیں"

بڈھے کو جیسے تسلی ہو گئی، اس دن سے بڈھا پاگل ہو گیا، اور سب سے پوچھتا پھرتا تھا ـــ

"کیا رونے کی آواز سنتے ہو؟"

لوگ اس پاگل کی باتوں پہ ہنس دیتے تھے،

پانچ برس بعد بڈھے کے مرنے کا وقت آ پہنچا، آنکھوں

سے روشنی جاتی رہی ، سانس بند ہو گئی ، بے ہوشی میں بڈھا اُٹھ بیٹھا ، دونوں ہاتھوں سے اِدھر اُدھر ٹٹول کر بولا ۔

"میری سیڑھی کون اُٹھا کر لے گیا ہے؟"

اس مندر کے گڑھے پر سیڑھی نہ پا کر بڈھا گھبرا کر چارپائی سے نیچے گر گیا ، اور ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو گیا ،

جاسوس

میں جاسوس ہوں! میرا نام ہے،
"شوناتھ"

میری زندگی کے صرف دو پہلو تھے، ایک میری بیوی اور دوسرے فن سراغرسانی، پہلے ہم دونوں بھائی اکٹھے رہتے تھے، لیکن اپنی بیوی کی عزت میں کمی دیکھ کر میں بڑے بھائی سے اُلجھ پڑا، اور ہم علیحدہ ہو گئے،

بڑے بھائی با روزگار تھے، اور اُن کی آمدنی سے عیال و

اطفال کا گزارہ ہوتا تھا، اس لئے یکایک اُن سے علیحدہ
ہو جانا واقعی بڑے حوصلہ اور دلیری کا کام تھا،
مگر میں باہمت دلیر اور استقلال کا پورا ہوں، اور
جس ارادے کو ایک بار پکا کر لیتا ہوں، اُس پر مضبوط
چٹان کی طرح قائم رہتا ہوں، پھر کوئی دنیاوی طاقت
مجھے میرے اس مصمم ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی،
اس دفعہ بھی میں اس بات کو بخوبی جانتا تھا، کہ
جیسے میں نے اپنی بیوی کو قابو میں کر لیا ہے، اسی
طرح سحر کار سرکش دولت کو بھی بہت جلد زیر کر لوں
گا، ہشو ناتھ اس رنگین دنیا میں کسی بھی بشر سے پیچھے
نہیں رہ سکتا،
میں محکمہ پولیس میں پہلے معمولی کانسٹیبل بھرتی
ہوا، اور بعد ازاں سی، آئی، ڈی میں داخل ہوتے اور اونچے
درجے تک پہنچتے بہت دیر نہ لگی،
چمکتے ہوئے روشن چراغ سے جیسے کاجل نکلتا ہے،
ویسے ہی میری عورت کی بے اندازہ محبت ہے، اب رشک
اور شک ٹپکنے لگا، جس کی وجہ سے میرے کام میں کچھ
رکاوٹ پیدا ہونے لگی، کیونکہ سراغرسانی جیسے کام میں
داخل ہو کر جگہ بہ جگہ اور وقت بوقت کا خیال نہیں

کیا جا سکتا، بجائے اچھی جگہ کے بُری جگہ اور وقت کی بجائے بے وقت کی تعریف زیادہ کرنی پڑتی ہے، اور اسی وجہ سے میری بیوی کا قدرتی شک اور بھی بڑھ جاتا تھا اور وہ مجھے دھمکانے کے لئے کہا کرتی تھی،

"آپ جب چاہتے ہیں، اور جہاں چاہتے ہیں، ٹھہر جاتے ہیں، کوئی وقت کی پابندی نہیں، کوئی جگہ کا خیال نہیں، میری طرف سے اتنی لاپرواہی مناسب نہیں مگر آپ کو میری طرف سے کوئی بھی خوف دامن گیر نہیں"

میں جواب دیا کرتا تھا،

"شک تو ہمارا پیشہ ہی ہے، اس لئے میں اُسے گھر کے اندر داخل نہیں ہونے دیتا"،

"مگر شک کرنا میرا پیشہ نہیں، بلکہ میرا قاعدہ ہے، اگر مجھے معمولی سا بھی شک کرنے کا موقعہ دیں تو میں سب کچھ کر سکتی ہوں"

میرا یہ اٹل قول تھا، کہ میں سراغ رسانی میں سب سے زیادہ نام پیدا کروں گا، اور یہ ثابت کر دوں گا، کہ زمانہ حال میں میرے مقابلہ پر کسی کو ٹھہرنے کی تاب نہیں، جاسوسی افسانہ کوئی بھی ایسا نہ ہوگا، جو میں

نے نہ پڑھا ہوگا، اور کوئی واقعہ ایسا نہ ہوگا، جو نہ سنا ہو، مگر اس کام سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے نقصان ہوا، اور دل کی بے صبری اور گھبراہٹ میں اضافہ ہونے لگا،

کیونکہ ہمارے ملک کے مجرم ڈرپوک اور معمولی ہوتے ہیں، اُن میں پیچیدگی اور راز نام کو بھی نہیں ہوتا، اِس ملک کا قاتل قتل کی پُر اسرار خوف ناک واردات کو کسی بھی حالت میں پردہ راز میں نہیں رکھ سکتا، ہم جو جال پھیلاتے ہیں، وہ اُس میں بہت جلد خود ہی پھنس جاتا ہے، مجرم کے گورکھ دھندے سے نکل جانے کا پُر اسرار ذریعہ وہ نہیں جانتا، ایسے نکمے دیش میں سی۔ آئی۔ ڈی میں نہ آرام ہے، اور نہ عزت،

بڑے بازار کے مارواڑی ٹھگ کو جلد ہی گرفتار کر کے کئی بار میں اپنے دل ہی دل میں کہتا ہوں،

اے مجرم! خاندان کو دھبہ لگانے والے، دوسروں کا ستیاناش کرنا عالم اور ہوشیار استادوں کا کام ہے، تجھ ایسے بے سمجھ جاہل کو تو سادھو ہوتا ہونا چاہیئے تھا،

اسی طرح کئی قاتلوں کو پکڑ کر میں نے اُن کو بھی پھٹکارا ہے، پھانسی کی رسی کیا تجھ ایسے بے عزت آدمیوں کے لئے ہی تیار ہوئی ہے۔ تم لوگوں میں نہ غرور و خوض کی طاقت ہے اور نہ ہی تمہارا دل اتنا مضبوط ہے، کہ تم اپنے مقصد میں مکمل کامیابی حاصل کر سکو، پھر تم قاتل بننے کے فضول خیال کو دل میں جگہ ہی کیوں دیتے ہو؟

تخیل کی لہریں جب میں لنڈن اور پیرس کے بارونق راستے کے آس پاس کھڑا، اور سردی سے بھری ہوئی آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے،

میں سوچتا تھا، کہ جس طرح ان عمارتوں، سڑکوں اور گلیوں کے درمیان انسانوں کی آمد و رفت، قسمت کے چکر رنج و راحت کے دور، حُسن کی ندیاں ہر وقت ضوپاشیاں کرتی رہتی ہیں، ویسے ہی ہر جگہ ایک خوفناک بھیانک سیاہ پیچیدہ اور ڈراؤنا جرم بھی۔ نیچے ہی نیچے پوشیدہ طور پر اپنا راستہ بناتا ہوا چلا جاتا ہے، اُسی کے پاس یورپ کی تہذیب کے دلچسپ عیش و عشرت نے ایسی خوفناک اور دلکش شکل حاصل کی ہے،

اور اس کے مقابل ہمارے کلکتہ کی سڑک کے پاس کھلی کھڑکیوں والے مکانوں میں کھانا پکانا، گھر کے کام، اُستاد کے سبق، تاش شطرنج کے کھیل ہا عورت مرد کا جھگڑا، بھائی بھائی کی لڑائی، مقدمے بازی کی صلاح وغیرہ کے علاوہ کوئی زیادہ بات نہیں کسی مکان کی طرف دیکھ کر یہ بات دل میں نہیں آتی، کہ شاید اس وقت اس مکان کے اندر کسی پوشیدہ مقام پر پڑا کوئی شیطان چپ چاپ اپنا کام سرانجام دے رہا ہے،

میں اکثر راستے میں آنے جانے والوں کے چہرے اور چال دیکھ کر اندازہ لگایا کرتا تھا، جس کا رنگ ڈھنگ چہرہ وغیرہ مجھے کچھ بھی شک آمیز معلوم ہوتا، میں اُس کا تعاقب کرتا،

اس کا نام، مقام اور چال چلن کے متعلق معلومات حاصل کرتا لیکن آخرکار ناکامی کے ساتھ یہ معلوم ہوتا کہ بے داغ آدمی ہے، یہاں تک کہ اُن کے بھائی بند بھی اُن کی عدم موجودگی میں اُنہیں بُرا بھلا نہیں کہتے، راہ چلنے والوں میں جو مجھے سب سے زیادہ بدمعاش معلوم ہوتا، یہاں تک کہ جسے دیکھ کر مجھے یقین ہو جاتا کہ

یہ ابھی ابھی کوئی ہیبت ناک کام سرانجام دے کر آرہا ہے، اس کے حالات دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی اسکول کا ماسٹر ہے، اور اسکول سے واپس ہوکر گھر جارہا ہے، یہی سب آدمی اگر کسی دوسرے ملک میں پیدا ہوتے تو نامی چور یا ڈاکو ہو سکتے ہیں، صرف مناسب خفوت آزادی اور مناسب دماغ نہ رہنے سے ہی ہمارے ملک میں یہ تمام زندگی ماسٹری کرتے کرتے ریٹائر ہو جاتے ہیں، اور آخر پنشن پر گزارہ کرتے ہیں، بہت کوشش اور جانفشانی کے بعد مندرجہ بالا ماسٹر کی دوڑ دھوپ پر مجھ جیسی نفرت ہوئی، ویسی مجھے کسی معمولی چور پر بھی نہیں ہوئی،

آخرکار ایک دن شام کے وقت اپنے گھر کے پاس ہی ایک گیس پوسٹ کے نیچے میں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ بغیر کسی ضرورت کے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا چکر لگا رہا تھا، اُسے دیکھ کر مجھے یقین کامل ہوگیا کہ یہ کسی خوفناک ناپاک ارادے سے یہاں ٹہل رہا ہے، خود اندھیرے میں رہ کر میں نے اس کے چہرے کو اچھی طرح دیکھ لیا وہ ایک خوب صورت نوجوان تھا، میں نے دل میں خیال کیا کہ کسی پُر اسرار کام کو انجام دینے کے لئے ٹھیک ایسے

چہرے کی ضرورت ہے، جس کا چہرہ ہی نحوست ناک ہے
اُن کے لئے کسی قسم کا جرم کرنا ہی درست نہیں،
کسی کے برابر بھی کام کے ذریعے کامیابی حاصل کرنا
اُن کے لئے ناکامیابی ہی ہے،
میں نے دیکھا، کہ اُس نوجوان کا چہرہ ہی اُس کے
لئے زیادہ مددگار ہے، میں نے اپنے دل میں خیال
کیا،
"خدا نے جو بے نظیر عقل تجھے عطا کی ہے، اگر تم
اُسے درست استعمال کرتے، تو میں تمہیں ضرور
مرحبا کہتا"!
اندھیرے میں یک دم اُس کی پیٹھ کو تھپکی دے
کر میں نے کہا۔
"کہو! دوست اچھے تو ہو؟"
وہ یک دم گھبرا سا گیا، اور حیرت سے میری طرف
دیکھنے لگا،
مَیں نے کہا۔
"معاف کیجئے! میں بھول گیا ہوں، میں نے کوئی اور
ہی خیال کیا تھا"
مگر در اصل میں نے جو کچھ سمجھا تھا، وہ ٹھیک تھا

مگر اُس کا اِس طرح چونک پڑنا مجھے اچھا معلوم نہ ہوا اس کی قابلیت پہ مجھے شک ہو گیا، اسے اپنے جسم پر مکمل قابو رکھنا چاہیئے تھا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال ہے، کہ مجرموں میں پوری قابلیت کم ہی پائی جاتی ہے، چور کو بھی پکا چور بنانے میں قدرت کی طرف سے کمی دیکھی گئی ہے،

چھپ کر میں نے دیکھا کہ وہ ڈر کے مارے گیس پوسٹ چھوڑ کر چلا گیا، تعاقب کرنے پہ معلوم ہوا، کہ وہ "گول دیگی" (ایک بازار کا نام ہے) میں داخل ہو کر تالاب کے کنارے گھاس پر چت لیٹ گیا ہے، میرے دل میں خیال پیدا ہوا، کسی مجرم کے متعلق سوچنے کے لئے اس سے موزوں جگہ نہیں مل سکتی۔ گیس پوسٹ کی بجائے یہ جگہ بہت ہی بہتر ہے، کوئی شک بھی کرے تو زیادہ سے زیادہ یہی سوچ سکتا ہے، کہ یہ نوجوان اس اندھیری رات میں اپنی معشوقہ کے چہرے کا تصور باندھ کر اپنے دل کے اندھیرے میں روشنی کر رہا ہے، اس شخص کی طرف دم بدم میرا خیال کھنچنے لگا،

کافی تلاش کے بعد اس کے گھر کا پتہ لگایا،

اُس کا نام "شنکر" ہے، کالج کا سٹوڈنٹ ہے، اور
امتحان میں فیل ہو گیا ہے، اب موسم گرما کی تعطیلات میں
ادھر اُدھر گھومتا پھرتا ہے، اس کے ڈیرے میں رہنے والے
ہم جماعت اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں، اتنی لمبی چھٹیوں
میں سبھی طالب علم اپنے گھر چلے جاتے ہیں، میرے دل میں
اب یہ خیال پیدا ہوا، کہ اس لڑکے کو کونسا ایسا کام ہے جو
گھر جانے نہیں دیتا،

میں بھی طالب علم بن کر اُس کے ڈیرے میں ایک
کوٹھڑی کرایہ پر لے کر رہنے لگا، پہلے دن جب اُس نے
مجھے دیکھا، تو بالکل نیا اور پُر اسرار انداز تھا، اُس کے
اس نئے انداز کو میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا صرف اتنا معلوم
ہو سکا کہ وہ بہت ہی حیران ہے، اس نے میرے مطلب کو
شائد تھوڑا بہت سمجھ لیا تھا، میں نے سوچا، کہ یہ ہی اصل
شکاری کے قابل شکار ہے، یہ آسانی سے قابو میں لایا جا
سکتا ہے،

لیکن میں نے جب ظاہری طور پر اُس سے دوستی کرنے
کا ڈھونگ بنایا، تب وہ جلدی میرے ہاتھ آ گیا، اُس نے
ملنے میں کچھ بھی شک یا نفرت کا خیال نہیں دکھایا، مگر

پھر بھی میں نے محسوس کیا، کہ یہ بھی مجھے تیز نظر سے دیکھتا ہے،

شاید وہ مجھے پہچاننا چاہتا تھا۔ انسانی اخلاق کی طرف سے اس طرح صد با رُعب اور بھانپنے والے خیالات رکھنا بھی اُستاد کی ایک خاصیت ہے، اس تھوڑی سی عمر میں اتنی بڑی دانائی دیکھ کر میں بہت خوش ہوُا،

میں نے دل میں خیال کیا، کہ بیچ میں کسی حسین عورت کو ڈال لینا چاہیئے، اُس سے نا معقول منچلے لڑکے کے دل کا حال بہت جلد معلوم ہو جائیگا،

اس لئے ایک دن رحم دلی اور محبت کا خیال جتا کر میں نے اُس سے کہا،

"بھائی شنکر! میں ایک عورت کو چاہتا ہوں، لیکن وہ مجھے نہیں چاہتی"!

پہلے تو اس نے چونک کر میرے منہ کی طرف دیکھا اور بعد میں مسکرا کر کہا۔

"ایسے بُرے خیال کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا کچھ مشکل نہیں، ایسے تماشے کرنے کے لئے ہی قدرت نے تماشہ بین عورت اور مرد میں یہ فرق بنایا ہے"،

میں نے کہا۔
"میں اس معاملہ میں تم سے مدد لینا چاہتا ہوں"
وہ مان گیا، میں نے اس عورت کے متعلق بہت سی
باتیں بنا بنا کر اس کو سنائیں،
شنکر نے یک خیال اور چونکنے کانوں سے ان
تمام باتوں کو سنا مگر خود خاموش ہی رہا،
میرا خیال تھا، کہ محبت اور خاص کر نفرت انگیز بُرے
کام کی محبت کی بات شنکر آج کل کے نوجوانوں کے
جوشیلے خیالات بہت جلد بھڑک جاتے ہیں، مگر یہاں
اُن کا کوئی اثر دکھائی نہ دیا، وہ پہلے سے بھی زیادہ سکوت
عالم میں رہنے لگا،
سب کچھ ہونے پر بھی میں یہ بھانپ گیا، کہ اُس نے
اُن تمام باتوں کو اپنے دل میں جگہ دی ہے، اور اُن کو
محفوظ کر لیا ہے، کہ بوقت ضرورت کام آئیں، اس نادان
نوجوان کی اس پُر اسرار چالاکی پر مجھے حیرت انگیز خوشی
ہوئی،
دوسری طرف میں اس کا کچھ پتہ نہ لگا سکا، کہ شنکر
ہر روز چپکے سے دروازہ بند کر کے کیا کیا کرتا ہے، اور اُس
کی وہ پوشیدہ کارروائی کہاں تک پہنچی ہے، مگر اس میں

شک نہیں، کہ وہ بتدریج کسی نامعلوم سڑک پہ بڑھا جا رہا ہے، اس کا چہرہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا تھا، کہ وہ کسی پوشیدہ متعلقات پر غور کر رہا ہے، اور وہ کسی دوسرے کو اس معاملہ میں ڈالنا نہیں چاہتا اور یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اپنی منزل کے نزدیک تر جا رہا ہے، میں نے چھپ کر ایک دن کمرہ کھول کر دیکھا، اُس میں بے شمار پیچیدہ اور نا سمجھ اشعار ایک کاپی میں درج تھے، کالج کے لیکچروں کے "نوٹس" اور اپنے گھر کے ممبروں کی معمولی چٹھیاں یہ سب تھا، اُسکا مختصر سامان،

گھر کے خطوط سے یہ معلوم ہوا، کہ اُس کے رشتہ داروں نے اُس کے گھر آنے پر بہت اصرار کیا ہے، مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی گھر نہ جانا، اس میں ضرور کوئی پوشیدہ راز ہے، اور اگر وہ راز اچھا ہوتا، تو دوران گفتگو میں مجھے ضرور معلوم ہوتا، لیکن اُس کے بالکل برخلاف ہونے کے خیال سے اُس نوجوان کے چال چلن اور زندگی میرے لئے بہت ہی دلچسپی کا سامان ہو گئے،

جو بد تہذیب گروہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی
اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے ہے، اور خلق
خدا کو ہمیشہ ہی تاریکی میں دھکیلتا رہتا ہے، یہ طالب
طالب علم بھی اس خوفناک جماعت کا ایک رکن تھا
یہ لڑکا کالج کا معمولی طالب علم ہی نہیں، بلکہ تمام
دنیا میں پھیلی ہوئی ایک خوف ناک تباہی خیز قیامت
بپا کرنے والی جماعت کا بانی تھا، اور آج کل عینک
پوش شوقین مزاج طالب علم کی حیثیت سے کالج میں
پڑھتا تھا،

اگر یہ خونی ملک الموت کی شکل میں میرے سامنے
ہوتا، تو میرے خیال میں اس کی دہشت اتنی خوفناک
نہ ہوتی، سچ تو یہ ہے کہ میں اُسے عزت کی نظر سے
دیکھتا ہوں'

آخر ایک عورت کو لانا ہی پڑا، پولیس سے
تنخواہ پانے والی ایک طوائف میری امداد کے لئے
تیار ہوئی، میں نے شنکر کو بتا دیا، کہ میں اس عورت
کا بد قسمت عاشق ہوں ا اس کے چند دن بعد
میں شنکر کے ساتھ گول دیگی کے کنارے یہ شعر
پڑھ رہا تھا ؎

بلا عشق کی یہ کہاں سے لگی ہے
سنا ہے تیرے آستاں سے لگی ہے

اس عورت نے بھی کچھ دلی خیالات سے اور کچھ دوسرے کئی خاص طریقوں سے یہ جتا دیا کہ میں شنکر کو چاہتی ہوں، لیکن جو اُمید تھی ویسا ثمر نہ ملا، بلکہ شنکر دُور ہی رہ کر پوشیدہ طور پر حیرانگی سے سب کچھ دیکھنے لگا،

اسی دوران میں ایک دن مجھے دوپہر کے وقت شنکر کے کمرے میں چٹائی پر سے ایک خط کے پھٹے ہوئے ٹکڑے ملے، اُن کو ملا کر صرف اتنا ہی پڑھا گیا،

"آج شام کو سات بجے پوشیدہ طور پر تمہارے ڈیرے میں!"

کافی تلاش کے بعد بھی اُس خط کے اور ٹکڑے نہیں ملے، میرا دل خوشی سے اُچھل پڑا، ایک بھولی ہوئی داستان جیسے تازہ ہو گئی ہو، یا یوں کہو، کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہا تھا، مسرت کے سمندر میں ڈوب گیا،

مجھے معلوم تھا، کہ آج رات کے دس بجے اسی طوائف

کے آنے کی بات بالکل پکی اور مکمل ہو چکی ہے، مگر یہ درمیان میں سات بجے کا کیا معاملہ ہے!

میں نے دل میں کہا، لڑکے کا جیسا حوصلہ ہے ویسی ہی تیز عقل ہے، اگر کوئی جرم کا کام پوشیدہ رکھنا ہی ہو تو جس دن گھر میں کوئی اور خاص بات ہوئی ہو اُسی دن وہ کام کرنا بہتر ہوتا ہے، کیونکہ سب سے پہلے بڑے کام کی طرف سب کا خیال لگا رہتا ہے، دوسرے جس دن کوئی خاص کام ہوتا، اس دن یہ کوئی بھی نہیں مان سکتا کہ یہاں کوئی دوسرا کام چھپا کر کیا جاوے گا۔

یکایک مجھے خیال پیدا ہوا، کہ میری دوستی اور اُس طوائف کے ساتھ محبت کے راز کو بھی شنکر نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو دور بھی رکھتا ہے، اور نہیں بھی، میں نے ہی اُس کے پوشیدہ کام میں رکاوٹ ڈال رکھی ہے۔ میں صرف یہی خیال کر رہا ہوں، کہ وہ میری اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھا ہوا ہے، اور وہ بھی میرے اس ہا ٹھل شک کو دور نہیں کرنا چاہتا، مگر در اصل وہ اپنا کام کئے جاتا ہے، اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے،

ناظرین! خود ہی ان باتوں کو سوچ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ باہر سے آیا ہوا طالب علم چھٹیوں میں گھر کیوں نہیں جاتا، حالانکہ اس کے رشتہ دار بھی اُسے مجبور کر رہے ہیں، ایک سنسان مکان میں بالکل اکیلا رہنا کیا کسی راز سے خالی ہے؟

مگر میں نے اس کے ڈیرے میں آکر اُس کے اکیلے رہنے کی سکیم کو فیل کر دیا، اور ساتھ ہی ایک عورت کو بیچ میں ڈال کر ایک نیا جال بچھا دیا ہے، یہ تمام کچھ ہوتے ہوئے بھی اُسے کسی قسم پرواہ نہیں، وہ مکان چھوڑنا نہیں چاہتا، ہم سے دور نہیں رہتا پھر یہ درست ہے کہ اُسے مجھ پر اور اُس طوائف پر بالکل شک نہیں،

مگر پھر بھی اُس کی بے خبری میں میں نے اشارتاً دیکھا ہے، کہ اُس کے دل میں ہمارے لئے نفرت کے خیالات زور پکڑ رہے ہیں،

میرے خیال میں تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ میری موجودگی کے دوران میں وہ اس غیر آبادی سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے، اور پبلک کی آنکھوں میں دھول ڈالنا چاہتا ہے،

پہلے شنکر کا چال چلن جیسا بے عزت اور شکوک پیدا کرنے والا تھا، اب ویسا نہیں رہا، مگر اتنی گہری بات کو یک دم سوچ لینے والا آدمی کیا ہندوستان میں پیدا ہو سکتا ہے؟ کئی بار میرے دل میں سوال پیدا ہوا اور اس کا جواب شنکر دیکھ کر خوش بھی ہوا۔ شنکر اگر اچھا آدمی ہوتا، تو شاید میں اُسے دونوں ہاتھوں سے گلے لگا لیتا،

اس دن ملاقات ہوتے ہی میں نے کہا،

"آج شام کو سات بجے ہوٹل میں تمہاری دعوت کرنے کا خیال ہے؟

یہ سن کر پہلے تو وہ چونک پڑا، مگر بعد میں اپنے آپ کو سنبھال کر بولا۔

"بھائی آج معاف کرو، مجھے بخار سا ہو رہا ہے"

اس سے پہلے شنکر نے ہوٹل میں جانے سے کبھی انکار نہ کیا تھا، مگر آج اتنا زبردست انقلاب کیوں؟ آج سات بجے وہ ضرور کوئی پُر اسرار کام کرنے والا ہے،

میں اس دن شام کو پہلے کہیں جانے کے لئے شنکر سے کہہ چکا تھا، مگر تیسرے پہر میں نے باتوں کا نہ ختم

ہونے والا ایک بہت ہی دلچسپ سلسلہ شروع کر دیا
ایسا بیٹھا کہ اٹھنے کا نام بھی نہ لیا، شنکر دل ہی دل
میں تلملا اٹھا، میں جو کچھ کہتا تھا، اسی میں ہاں ملا دیتا
تھا، میری کسی بھی بات کا اس نے جواب نہیں دیا، اور نہ
ہی کوئی نیا سوال ہی کیا، ہر بات پر خاموش ہی رہا،
آخر گھڑی کی طرف دیکھ کر وہ پاگلوں کی طرح اٹھ کھڑا ہوا!
اور بولا۔

"شاما کو لینے نہ جاؤ گے؟"

"ہاں! میں تو بھول ہی گیا تھا، بھائی تم کھانے وغیرہ
کا انتظام کر رکھنا میں ٹھیک ساڑھے دس بجے اسے یہاں
لے آؤں گا، ہر بات کا مکمل انتظام ہو"

اور میں اٹھ کر چلا گیا، میرا خون اچھل پڑا، شام کے
سات بجے کی باد صبا شنکر کو خوش کر رہی تھی، مجھے اس
سے کم خوشی نہ تھی،

میں اس کے ڈیرے کے نزدیک چھپ گیا اور کسی
پوشیدہ بات کا انتظار کرنے لگا، جیسے کوئی نامراد عاشق
اپنی معشوقہ کے انتظار میں پھر رہا ہو،

بار بار گھڑی دیکھنے لگا، شام کا اندھیرا بڑھ رہا تھا
جس وقت سڑک پر سرکاری لیمپوں کی روشنی ہوئی، تو

ایک پالکی ہمارے ڈیرے کے پاس آکر رکی، اس کے پھاٹک بند تھے، چند منٹ بعد وہ شنکر کے دروازے کے سامنے ٹھہر گئی،

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور دل میں خیال پیدا ہوا، کہ یہ کون اس بند پالکی کے اندر ایک مہاپاپ مورتی کی شکل میں کالج کے طالب علم کے ڈیرے میں داخل ہو رہا ہے،

میں اب دیر نہ کر سکا، بہت آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر دو منزلہ پر پہنچا، خواہش تھی کہ چھپ کر سب کچھ دیکھ لوں، لیکن کامیاب نہ ہو سکا، کیونکہ سامنے ہی میری طرف منہ کئے شنکر بیٹھا ہوا تھا، اور منہ چھپائے ایک عورت آہستہ آہستہ اس سے باتیں کر رہی تھی، جب میں نے دیکھا کہ شنکر نے مجھے دیکھ لیا ہے، تب جلدی سے کمرے میں داخل ہو کر میں نے کہا،

"بھائی میں اپنی گھڑی یہیں بھول گیا تھا، وہی لینے آیا ہوں"

مجھے دیکھ کر شنکر ایسا گھبرا گیا، کہ ابھی بے ہوش ہونا ہی چاہتا ہے، میں نے بات بناتے ہوئے کہا،

"بھائی! کیا تمہاری صحت کچھ خراب ہو گئی ہے؟"

وہ کچھ جواب نہ دے سکا، تب لکڑی کی مورت کی طرح اٹل بیٹھی ہوئی اُس عورت کی طرف منہ پھیر کر میں نے سوال کیا،

"تم شنکر کی کیا لگتی ہو؟"

کچھ بھی جواب نہ ملا، مگر میں نے دیکھا کہ وہ عورت شنکر کی کوئی نہیں، بلکہ میری ہی بیوی ہے، اس کے بعد کیا ہوا وہ ناظرین خود ہی سوچ سکتے ہیں،

یہ ہی میری پہلی اور آخری جاسوسی ہوئی،

کچھ دیر بعد گھر آکر میں نے اپنے دل میں کہا، میری بیوی سے شنکر کا بُرا تعلق نہیں ہو سکتا۔ اسی وقت میری نظر ایک لفافے پر پڑی، جو طاق پر پڑا تھا، اُٹھا لیا، لکھا تھا،

منورما!

نامراد شنکر کو تم اتنے دنوں بعد بھول گئی ہو، بچپن میں جب ماما کے گھر رہتا تھا، تب ہمیشہ تمہارے گھر جاکر تمہارے ساتھ کھیلا کرتا تھا، لیکن تھوڑی دیر بعد یہ حالت بھی بدل گئی، تمہیں شاید یاد ہو یا نہ ہو، جب میں نے حوصلہ کر کے اور شرم کو بالائے طاق رکھ کر تمہارے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی، لیکن ہمارے اور تمہارے

والدین اس رشتہ پر راضی نہ ہوئے، پھر تمہاری شادی ہو گئی، چار پانچ سال تک تمہارا حال معلوم نہ ہو سکا، آج پانچ مہینے ہوئے۔ مجھے خبر ملی کہ تمہارے خاوند محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی میں نوکر ہو کر کلکتہ چلے گئے ہیں، میں بھی یہیں پڑھ رہا تھا، یہاں میں نے تمہارے گھر کا پتہ لگایا،

تمہارے ساتھ ملاقات کرنے کا برا خیال نہیں رکھتا اس بات کو بھگوان جانتے ہیں، کہ تمہارے خانگی آرام میں خلل انداز نہیں ہونا چاہتا، شام کے وقت تمہارے گھر کے سامنے گیس پوسٹ کے نیچے کھڑا رہتا ہوں، تم ٹھیک ساڑھے سات بجے ہر روز ایک لیمپ اپنے اوپر کے کمرے میں کھڑکی کے پاس رکھ آتی ہو، اسی وقت دم بھر تمہارے درشن کر کے میں اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتا ہوں، اتنا جرم ضرور مجھ سے ہوتا ہے،

اسی دوران میں اتفاقاً تمہارے خاوند سے ملاقات ہو گئی ہے، اور آپس نے آہستہ آہستہ دوستی کی شکل اختیار کر لی ہے، اِن کی زندگی جیسی میں نے دیکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سکھی نہیں ہو،

تمہارے اوپر میرا سوسائٹی کی طرف سے حق نہیں، مگر جس قدرت نے تمہیں یہ تکلیف دی ہے، اس نے یہ تکلیف دور کرنے کا کام مجھے سونپا ہے،

اسلیئے پچھلی تمام باتوں کو بھول کر شکروار شام کے وقت سات بجے پالکی میں بیٹھ کر میرے ڈیرے میں آو، میں پوشیدہ طور پر تمہارے خاوند کی بہت سی باتیں تمہیں سناؤں گا، اگر تم کو میرے کہنے پر اعتبار نہ ہو، تو جو کچھ میں نے کہا ہے، اس کا ثبوت پیش کر سکتا ہوں، اور تمہیں کچھ مشورہ بھی دینا چاہتا ہوں،

میں ایشور کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے مشورہ پر عمل کر کے تم سکھی ہو سکتی ہو،

میرا یہ تمام ارادہ خود غرضی سے خالی نہیں، میری یہ زبردست خواہش ہے، کہ چند منٹ تمہیں دیکھوں گا، تم سے باتیں بھی ہوں گی، اور تمہارے پوتر چرنوں کے چھونے سے میرا گھر بھی پوتر ہو جائے گا،

اگر تم کو مجھ پر اعتبار نہ ہو، اور اس خوشی سے بھی محروم رکھنا چاہتی ہو، تو مجھے صاف طور پر لکھ دینا، تب خط میں ہی لکھ کر تمام باتیں تمہیں بتادونگا

اور اگر خط لکھنے کا بھی ارادہ نہ ہو تو میری یہ چٹھی اپنے خاوند کو دکھا دینا، اس کے بعد مجھے جو کہنا ہے، میں سب انہیں سے کہوں گا۔

ہر وقت یاد کرنے والا

شنکر دیال

خط پڑھنے کے بعد میرا تمام شک رفع ہوگیا، اپنی سراغرسانی میں نام پیدا کرنے کی خواہش اور ساتھ ہی پولیس کی نوکری کو اسی دن سے خیرباد کہہ دیا

پوجا

دو ہزار سال کا واقعہ ہے، مگدھ کے راجہ بِم سار نے مہاتما بُدھ کی خدمت میں عرض گزاری،

"اگر حضرت کے مقدس پاؤں کا ایک ادنےٰ سا ذرہ ناخن حاصل ہو جائے تو میں بے حد سُکھی ہو جاؤں"

"اس ذرہ ناخن کو حاصل کر کے دنیا میں کس طرح کی قیامت لانا چاہتے ہو، راجہ جی!"

مہاتما بدھ نے استفسار کیا،

میں ایک عمل، عدم تشدد اور راستی کے لئے روحانی تقویت کے لئے چاہتا ہوں"

راجہ نے جواب دیا،

شاہی باغیچہ کے ایک کنارے پریم سار نے مہاتما بدھ کے ذرہ ناخن کو گاڑ کر اس پر ایک خوبصورت ستون تعمیر کرایا، صناعوں نے ایک دلکش مصوری سے اس کو چار چاند لگا دئے، اور ایسا معلوم ہوتا تھا، گویا سنگ مرمر کے بُت ابھی بول اٹھیں گے، اپنے ہی حسن پر شیدا ہو کر محوِ رقص ہو جائیں گے، اس قدر دل آویز تھی صناعوں کی کارگزاری۔

ہر روز گہری شام کے وقت راجہ اور شاہی دوشیزائیں غسل فرماتیں اور بعد میں مقدس کپڑے زیب تن کر کے پھولوں کی طشتری میں سامانِ پرستش یک جا کرتیں پھر سونے کے ایک بڑے طشترے میں دنیائے پرستش کر کر مقدس ستون کے قریب جاتی تھیں، ستون کے قریب تمام شب پھولوں کی ایک مالا مہک چھوڑ دیتی تھی، سونے کے ان چراغوں کی شعائیں جن سے آرتی کا کام لیا جاتا تھا علی الصبح تک نور افشاں رہتی تھیں، پرستش کے ان ہر دو اوقات میں نئے پھول نے چراغ اور عبادت کے لئے ہر نیا ساز و

سامان تیار کیا جاتا تھا، تاکہ اپنے دیوتا کی نظرِ عنایت سے فیض یابی حاصل کی جائے،

مگر اب نئے مہاراج نے آتے ہی تباہی مچا دی، خون کی ندیاں بہا کر اپنے باپ کے دھرم کا قیمہ قیمہ کر دیا، اور بدھ دھرم کے شاستروں کو یگ کی لہلاتی ہوئی آتشین آتش میں ڈال دیا گیا، سلطنت بھر میں منادی کرادی گئی، پرستش کرنے کے لئے یہ تین مخصوص چیزیں ہی وقف ہیں،

وید، براہمن اور راجہ

اور جو کوئی کسی چوتھی چیز کی پرستش کرے گا تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا،

اہلِ سلطنت کانپ اُٹھے، بدھ کے نام کی رٹا رٹ بند ہو گئی، جگہ بجگہ ویدوں کے ہگ کی آتشیں آہوتی تباہی تباہی کرتی ہوئیں فلک بوس ہونے لگیں،

ایک روز شام کا واقعہ ہے ایک شاہی دوشیزہ تبلیغ مقدر کی مخصوص حسینہ غسل سے کر تیاری کر رہی تھی پھول اور دیئے بھی تیار کر لئے گئے تھے، شاہی دوشیزہ کے لبوں پر مہاتما بدھ کا نام تھا، جو ترنم کی صدا کو لئے فضائے لطیف میں گونج رہا تھا،

یہ عورت کون ہے؟ کیا اسے راجہ کا خوف نہیں

ہے، کیا اسے شاہی منادی کا علم نہیں ہے؟

اس کا نام ہے شریمتی، اور یہ ایک شاہی کنیز ہے جس کا نام ہے شاہی تبلیغ کی خدمت گزاری، ہر روز جب شاہی خاندان کی مہارانیاں عبادت کے لئے جاتی تھیں، تب شریمتی بھی جو کہ علم سے بے بہرہ اور گنوار دوشیزہ تھی، شاہی مہارانیوں کے ساتھ عبادت کی نقل کیا کرتی تھی، ان کے ہمراہ مقام مقدسہ پر جاکر یہ گنوار دوشیزہ ایک کنارے کی طرف کھڑی ہو جاتی، بے شک اُسے کچھ نہیں آتا تھا، پھر بھی آنکھیں موند کر وہ کچھ نہ کچھ رٹا کرتی تھی، جیسے کہ اُس کی باتوں کو کوئی اندر ہی اندر سے سُن رہا ہو،

اس نے شاہی منادی سُنی تھی، سامان پرستش لے کر یہ گنوار دوشیزہ راج ماتا کے پاس آکر کہنے لگی،

"ماتا! وقت عبادت ہے"

"مہارانی راج ماتا کا جسم تھر تھرا اُٹھا، خوف زدہ ہو کر اُس نے کہا،

"نادان! جانتی نہیں؟...... ستون پر دھوپ دیپ رکھنے والے کو پھانسی ملے گی یا کالا پانی ہوگا، اے بیوقوف واسی بھاگ جا بھاگ جا، اب سے عبادت کا نام بھی نہ لینا

جا بھاگ یہاں سے"

وہاں سے لوٹ کر گنوار دوشیزہ راج رانی شری رمتا دیوی کے کمرے میں داخل ہوئی، قد آدم آئینہ جس میں ہیرے جواہرات آویزاں تھے، اور جن کی جھالریں لٹک رہی تھیں ٹھیک اس آئینہ کے مقابل کھڑی ہو کر راج رانی سنورنے میں مصروف تھیں، وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بالوں کی چیرنی میں مانگ بھر رہی تھی، سندھور سے موتی ڈال رہی تھی،

گنوار دوشیزہ کے ہاتھوں دنیائے زیبائش دیکھ کر راج رانی چونک اُٹھی، ہاتھ ہل جانے سے اس کی مانگ ٹیڑھی ہو گئی، داسی نے کہا۔

"رانی جی وقت عبادت ہے"

رانی نے کہا۔

اس کے ساتھ وقت اجل بھی، نکل جا یہاں سے کوئی دیکھ لے گا، تو راجہ جی کا غصہ جاگ اُٹھے گا، عبادت کے دن تو چلے گئے"

راج محل کی کھڑکی سے نکل کر اُفق کی آڑ میں جاتے ہوئے آفتاب کو گھورتی ہوئی راجکماری شکنتلا نظموں

کی ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھی، جھانجھ کی
جھنکار سن کر اُس نے دروازے کی طرف نگاہ کی تو
دیکھا، گنوار دوشیزہ شریمتی شاہی کنیز کھڑی ہے اور
کہہ رہی ہے،

"راجکماری! چلو عبادت کے لئے چلو"

"تو ہی جا مرنے کے لئے"

شکنتلا بولی،

شہر کے دروازے پر جا کر شریمتی گنوار دوشیزہ نے
پکار لگانی شروع کی،

"شہر میں بسنے والو، بھگوان کی عبادت کا وقت ہو
گیا، چلو کیا کوئی نہیں چلے گا؟ کیا راجہ جی کا خوف اس
قدر دامنگیر ہے؟ کیا جان اس قدر زیادہ عزیز ہے؟"
کسی نے بھی اس کی بات پر دھیان نہ دیا ـــــ اور
کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہ ہوا، ہر ایک کو خطرہ تھا دوشیزہ
ایک گہری شام کو دیکھ رہی تھی، اس کے کانوں میں کوئی
کہہ رہا تھا،

"وقت ضائع ہو رہا ہے، بیٹی شریمتی دیر نہ کرو"
اور حسینہ کا منہ کسی روحانی جلوے سے چمک اٹھا وہ
ستون کی طرف بڑھی،

دن کی آخری روشنی تاریکی میں جذب ہونے لگی تھی، اور اب ہر طرف اندھیرا سا ہو گیا، لوگوں کا ہجوم بازاروں میں کچھ کم ہو گیا تھا، یکایک سلطنت کے شاہی مقام جہاں ہر روز چراغ جلائے جاتے تھے ٹھیک اسی جگہ سے کوئی دیئے روشن کرنے میں مشغول تھا، رات ہو گئی، شدت کی سردی محسوس ہو رہی تھی، اس مقام پر شمعیں جگ اُٹھیں، شاہی دربان دربان نے مہاراج کے حکم کے مطابق اس کے نزدیک جاکر اونچی آواز میں کہا۔

"عبادت ختم کرو"

اسی وقت نقارے پر چوٹ لگی، اہل سلطنت یکبارگی کیوں متوجہ کئے گئے، تمام پہرے دار ستون کے قریب آئے، یہ چور، خونی یا کوئی بھوت ہے،

نہیں نہیں، اُنھوں نے دیکھا کہ شاہی باغیچے کے درمیان میں گہری تاریکی کے بیچ اس مقدس ستون کے قریب کوئی دیپ مالا روشن کرنے میں مصروف ہے،

ننگی شمشیریں لے کر شہر کے محافظ بھاگے آئے، ستون کے قریب آکر دیکھتے ہیں کہ ایک

عورت ستون کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہے، اس کی آنکھیں بند ہیں، اور عبادت کرتے ہوئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ سی ناچ رہی ہے،

شہر کے بڑے محافظ نے اس خود کھوئے جسم کو خوب جھنجھوڑا اور کہا۔

"موت کو پیشانی پر اٹھا کر اس جگہ آرتی کرنے والی او بدنصیب، تو کون ہے؟"

"میرا نام ہے شریمتی، میں ہوں بھگوان کی مقدس خدمت گذار داسی"

ننگی شمشیر اس گنوار سادہ لوح حسین دوشیزہ کی گردن پر چل پڑی، مقدس ستون کے قریب کی وہ سرزمین اس دن اس کے خون سے سرخ ہوکر اور بھی زیادہ مقدس ہو گئی،

موسم سرما کی اس تاریک اور گہری غیر آباد شب کے سنسان ماحول میں شاہی باغیچہ کے ایک گوشہ میں عالم تنہائی میں کھڑے صرف اس مقدس ستون کے قدموں میں آرتی کے چراغ کا وہ آخری چراغ بھی خاموش ہو گیا،

لیکن اس پرستارہ، اس عابدہ کے اندرونی چراغ کا شعلہ تو عرصہ لامحدود تک بھی خاموش رہ کر سمجھنے کے قابل نہیں،

ختم شد